سیدنا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

علوم — معارف — ملفوظات

بروایت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

گذشتہ سے پیوستہ

۱۸۔ فرمایا : ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک مرتبہ ایسی عجیب اور گہری بات فرمائی جو آج تک ریفارمر کی زبان پر نہیں آئی۔ فرمایا : لوگ اتفاق اتفاق پکارتے ہیں۔ اور اتفاق کی جڑ ان میں نہیں۔ محض باتوں سے اتفاق کرنا چاہتے ہیں۔ اتفاق کی جڑ ہے تواضع۔ جو لوگ متواضع ہوں گے ان میں نزاع ہو ہی نہیں سکتا اور نا اتفاقی ہمیشہ کبر سے ہوتی ہے۔ اور بغیر تواضع اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔ جب ہر شخص میں تواضع ہوگی تو ہر شخص اپنے اوپر دوسرے کے حقوق سمجھے گا، اور ان میں اپنے کو قاصر پائے گا، تو سب کے سب ایک دوسرے کے سامنے بچھیں گے۔ (فوائد الصحبۃ صفحہ ۲۹ ، محاسن الاسلام صفحہ ۳۹)

۱۹۔ فرمایا : کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کا یہ مصرع "جوانی گئی زندگانی گئی" (پورا شعر یہ ہے — دریغا کہ عمر جوانی گئی — جوانی گئی زندگانی گئی۔) سن کر جوانی میں ہم کو خیال ہوتا تھا کہ جوانی کے جانے سے زندگی کیونکر جاتی رہتی ہے۔ آخر بڑھاپے میں بھی تو زندگی رہتی ہے۔ مگر بڑھاپا آنے کے بعد مشاہدہ ہو گیا کہ حاجی صاحبؒ نے سچ فرمایا تھا۔ واقعی — جوانی گئی زندگانی گئی — اب کسی کام کو دل نہیں چاہتا۔ بس یوں جی چاہتا ہے کہ ہر وقت پلنگ پر لیٹے رہیں۔ (علم الصوف عن رغم الانوف صفحہ ۴۶)

۲۰۔ فرمایا : مولانا روم فرماتے ہیں ؎

قافیہ اندیشم و دلدار من — گویدم مندیش جز دیدار من

یعنی جب میں قافیہ سوچتا ہوں تو محبوب یوں فرماتے ہیں کہ ہمارے دیدار کے سوا کسی چیز کو مت سوچو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مثنوی میں جس قدر قافیے ہیں وہ سب بے تکلف خود ہی آ گئے ہیں، سوچ کر نہیں لائے گئے مگر اس پر بھی مثنوی کی بلاغت کا یہ حال ہے کہ مومن خاں دہلویؒ کا مقولہ حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے مومن خاں سے پوچھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولانا کا کلام حجت نہیں۔ مومن خاں نے کہا کہ کسی جاہل کا قول ہوگا۔ مولانا کا استادانہ کلام ہے۔ (مظاہر الاقوال ص۲)

۲۱۔ فرمایا: جب ہمارے حاجی صاحبؒ نے اس مسجد (پیر محمد والی) میں قیام کا ارادہ کیا، کیونکہ پہلے یہ سہ دری بنی ہوئی نہ تھی۔ حضرت میاں جی صاحب قدس سرہ کے حکم سے بنی ہے۔ تو حاجی صاحبؒ کے بیٹھنے سے پہلے اس مسجد میں ایک بزرگ حسن شاہؒ رہتے تھے، صاحب سماع تھے مگر سچے آدمی تھے، دوکاندار نہ تھے۔ جب انہوں نے حاجی صاحبؒ کو یہاں قیام کرتے دیکھا تو وہ اپنا بستر لپیٹ کر شاہ ولایت میں جا پڑے اور فرمایا کہ اب شیخ بستی میں کامل آگیا ہے اس کے سامنے مجھے بستی میں رہنے کی ضرورت نہیں، وہ جنگل میں جا پڑے اور اپنی زندگی کے دن پورے کئے، واللہ میں اس ادا کا عاشق ہوں، افسوس اب ہمارے اندر یہ باتیں نہیں رہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ اپنے شیخ علی احمد صابرؒ کے حکم سے پانی پت تشریف لائے اور یہاں قیام کا ارادہ کیا تو پانی پت میں شاہ بوعلی قلندرؒ پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے اپنے ایک مرید کے ہاتھ کٹورے میں پانی بھر کر شیخ شمس الدینؒ کے پاس بھیجا۔ حضرت شیخ شمس الدینؒ نے اس پر ایک پھول رکھ کر واپس کر دیا۔ لوگ اس رمز کو نہ سمجھے تو انہوں نے قلندر صاحبؒ سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی۔ فرمایا: کہ میں نے شیخ شمس الدینؒ سے یہ کہا تھا کہ پانی پت میرے اثر سے ایسا بھرا ہوا ہے جیسے یہ کٹورا پانی سے بھرا ہوا ہے، اس میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں۔ آپ فضول تشریف لائے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس طرح رہوں گا جیسے پانی پر پھول رہتا ہے۔ پانی کی جگہ کو نہیں گھیرتا، یعنی میں آپ کے اثر میں تصرف نہیں کروں گا۔ اس کے بعد شاہ بوعلی قلندرؒ خود ہی بستی چھوڑ کر جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ گویا حضرت شیخ شمس الدین کو اجازت دے دی کہ تم جس طرح چاہو تصرف کرو۔ اب ہماری ضرورت نہیں۔ (ارضاء الحق حصہ دوم ص۵۲)

۲۲۔ فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میاں اشرف علی ٹھنڈا پانی پیا کرو۔

جب ٹھنڈا پانی پیو گے ہر بن مو سے الحمد للہ نکلے گا۔ اور اگر گرم پانی پیو گے تو زبان تو الحمد للہ کہے گی مگر اندر سے دل ساتھ نہ دے گا۔ پھر فرمایا جس طرح ٹھنڈا پانی نعمت ہے اسی طرح پیاس بھی نعمت ہے۔ کیونکہ اس سے اس نعمت کی قدر ہوتی ہے۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ رمضان میں افطار کے وقت سرد پانی سے کتنی مسرت ہوتی ہے۔ بلکہ اہتمام سے برف وغیرہ سے سرد کیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ یہ ہیں علوم اس ارشاد سے پیاس کا نعمت ہونا معلوم ہوا حالانکہ وہ بھی آثار بشریت اور شہوات دنیا میں ہے۔ (البسر مع العسر ص۱۴)

۲۳۔ فرمایا: کہ جیسے تمام قرآن شرح ہے صرف تین مضمونوں کی۔ توحید، رسالت اور معاد۔ اسی طرح حضرت حاجی صاحبؒ نے ساری مثنوی کا خلاصہ نکالا تھا کہ تمام مثنوی میں دو مضمون اصل مقصود ہیں، ایک توحید حالی، دوسرے حقوق شیخ (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص۳۰)

حقوق شیخ کے بارے میں حضرت مولانا عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے خوب فرمایا ہے ؎

تین حق مرشد کے ہیں رکھ انکو یاد اعتقاد و اعتماد و انقیاد

۲۴۔ فرمایا: کہ ہمارے حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی مثال آخرت کے ساتھ ایسی ہے جیسی پرندہ اور سایہ۔ آخرت پرندہ ہے اور دنیا سایہ۔ تم پرندے کو پکڑ لو سایہ خود بخود اس کے ساتھ چلا جائے گا۔ اور اگر سایہ کو پکڑو گے تو نہ وہ قبضہ میں آئے گا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ طالب آخرت کے پاس بہت سامال آجاتا ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ اپنے چاہنے والوں کو راحت اور چین دیتے ہیں، اور ایسی راحت دیتے ہیں کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ چاہے اس کے پاس مال و دولت کچھ نہ ہو مگر اطمینان اور شرح قلب سب سے زیادہ ہوتا ہے ——

(کمالات اشرفیہ ص۴۲) مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا مطلوب نہیں لیکن آخرت کے ساتھ دنیا خود آجاتی ہے جیسے حج کو جاتے وقت کراچی (یا بمبئی) کی سیر مقصود نہیں ہوتی لیکن راستہ میں کراچی خود آجاتی ہے۔ (القول العزیز)

۲۵۔ فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ دو شخص کو ہجرت سے منع فرماتے تھے، ایک تو دنیا داروں کو کیونکہ یہ لوگ مکہ کے حقوق کیا ادا کریں گے، دوسرے علماء و مقتداؤں کو، کیونکہ ان کی ہجرت سے ہندوستان ہم پلیس ہو جائے گا چنانچہ ارشاد ہے کہ دل بمکہ و جسم بہ ہندوستان بہ از آنکہ جسم بہ مکہ و دل بہ ہندوستان۔ یعنی دل مکہ کیطرف لگا ہو اور جسم ہندوستان میں ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ جسم مکہ میں ہو اور دل ہندوستان میں اٹکا ہو۔ اسی لئے حضرت عمرؓ کی عادت

تھی کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ اب حج ہو چکا، اب گھر کا رستہ لو، یا اَهْلَ الْيَمَنِ يَمَنَكُمْ وَيَا اَهْلَ الشَّامِ شَامَكُمْ وَيَا اَهْلَ الْعِرَاقِ عِرَاقَكُمْ۔ حضرت عمرؓ بڑے حکیم تھے، وہ جانتے تھے کہ حج کے بعد قدرتی طور پر وطن کا اشتیاق ہوگا، تو اب ایسی حالت میں مکہ کے اندر قیام کرنا باطن کے لئے مضر ہے۔ اس دیار میں اپنے گھر کو یاد کرتے ہوئے نہ رہنا چاہئے، یہ بڑی گستاخی ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص۴۵، تفاضل الاعمال ص۱۲، محاسن الاسلام ص۶)

۲۶۔ فرمایا: ایک دفعہ کسی نے شریف مکہ اور حکام کی شکایت حاجی صاحبؒ کی مجلس میں کی جو صورۃً غیبت تھی کہ یوں ظلم کرتے ہیں۔ یوں پریشان کر رکھا ہے۔ حضرت نے سنتے ہی معاً فرمایا کہ ہاں بھئی آجکل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے۔ (جلالیہ اور جمالیہ کے وہ معنی نہیں جو عاملین کہتے ہیں جن میں ان کے نزدیک گوشت چھوڑ دینا ضروری ہے وہ تو ایک مخترع اصطلاح ہے۔ بلکہ مراد اسماء جلالیہ سے اسماء قہریہ اور اسماء جمالیہ سے اسماء لطیفہ ہیں، تو یہ سختی وغیرہ جو کچھ ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ظہور ہوتا ہے، اور اس میں خدا تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔) وہاں تو دل میں ایک ہی لبا ہوا تھا۔ اس کے بعد مسئلہ توحید اور وحدت الوجود اور مسائل سلوک کی تحقیقات شروع ہوں گی، جس سے وہ غیبت علم وحکمت بن گئی، آجکل گو دڑ کا کاغذ بنتا ہے ہم نے حاجی صاحبؒ کے یہاں گودڑ کی کتاب بنتے ہوئے دیکھا ہے کہ کیسی ہی لغو اور فضول بات کسی نے کہی ہو، مگر حضرت نے اس پر ایک علم عظیم متفرع فرمایا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ حضرت وقت کے امام تھے اور اکثر محققان سلف سے بڑھے ہوئے تھے۔ (جمال الجلیل ص۲۷، النور ص۰)

۲۷۔ فرمایا: ۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود ہر چہ گیرد کاملے ملت شود

علتی جو کچھ اختیار کرتا ہے علت ہوتی ہے، کامل اگر کفر بھی اختیار کرے گا ملت ہوگا۔ اسکی توجیہ میں حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ پہلے مصرعہ کا مصداق منافق ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا اس کے لئے درک اسفل من النار یعنی دوزخ کے سب سے نیچے کے درجہ میں پہنچنے کا سبب ہو گیا اور دوسرے مصرع کے مصداق عمار بن یاسرؓ ہیں جنہوں نے کفار کے مجبور کرنے سے کلمہ کفر جاری کر لیا اور کلمہ کفر کا تلفظ کرنے کے بعد روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو فوراً وحی الٰہی میں قانون اکراہ نازل ہو گیا۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ

اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْہِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد میں اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو لیکن ہاں جو کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہو گا، اور انکو سخت عذاب ہو گا۔ گو آیت اکراہ نازل ہونے کے بعد حضرت عمار بن یاسرؓ کا فعل قانونِ شریعت بن گیا۔ (جمال الجلیل ص۳۶، استمرار التوبہ ص۱۴)

۲۸۔ فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں ظاہری مجاہدہ نہ تھا مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ مجاہدہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلا مجاہدہ ہی بن جاتا تھا۔ یہ محض حضرت کی برکت تھی۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۹۱)

۲۹۔ فرمایا: حافظ محمد ضامن صاحبؒ اور ہمارے حاجی صاحبؒ میں یہ معاہدہ قرار پایا تھا کہ جہاں ایک صاحب بیعت ہوں دوسرے کو خبر کر دیں۔ وہ بھی انہیں بزرگ سے بیعت ہو جائیں گے۔ پھر حضرت حاجی صاحبؒ لوہاری جا کر میاں جی صاحبؒ (قطب عالم حضرت میانجیو نور محمد صاحبؒ جھنجھانوی لوہاروی) بیعت ہو گئے اور حافظ صاحبؒ سے تذکرہ کرنا بھول گئے۔ جب حافظ صاحبؒ نے دیکھا کہ یہ بار بار لوہاری جاتے ہیں تو دریافت کیا کہ آپ بار بار لوہاری کیوں جاتے ہیں۔ فرمایا میں ایک بزرگ سے بیعت ہو گیا ہوں، فرمایا: ہم سے تو معاہدہ ٹھہرا تھا کہ دونوں ایک جگہ بیعت ہوں گے، ہم سے تذکرہ کیوں نہ کیا۔؟ فرمایا میں بھول گیا تھا اب چلے چلو۔ چنانچہ حافظ صاحبؒ بھی ہمراہ ہو لئے، جب آپ لوہاری پہنچے تو میاں جی صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ حافظ صاحب کیسے آئے، عرض کیا: حضرت بیعت کے ارادہ سے آیا ہوں۔ فرمایا: بھائی میں تو بزرگ نہیں ہوں ایک میاں جی ہوں، بچوں کو پڑھاتا ہوں، کسی بزرگ سے بیعت ہونا چاہئے۔ حافظ صاحبؒ نے کہا میں نے تو اپنا ارادہ عرض کر دیا، آگے آپ کو اختیار ہے۔ اس کے بعد حافظ صاحبؒ ہمیشہ لوہاری آتے جاتے رہے اور بیعت کے لئے پھر عرض نہیں کیا۔ آخر میاں جی صاحبؒ نے ایک بار خود ہی فرمایا کہ حافظ صاحبؒ کیا اب بھی وہی خیال ہے۔ حافظ صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت میں تو دل سے بیعت ہو چکا ہوں۔ کیونکہ بیعت اعتقاد ہی ہے، باقی بزرگوں سے اصرار کرنا بے ادبی ہے۔ اس لئے صورت بیعت پر میں نے اصرار نہیں کیا۔ فرمایا، اچھا وضو کر کے آجاؤ اور بیعت ہو جاؤ، دیکھئے حافظ صاحبؒ نے صورت بیعت پر اصرار نہیں کیا، بس اپنے اعتقاد اور انقیاد کو کافی سمجھا، پھر خود ہی شیخ نے بیعت کے لئے فرمایا تو صورت بیعت بھی نصیب

ہوگئی۔ مگر حافظ صاحبؒ کو جیسے شیخ نے دیر سے بیعت کیا تھا۔ ایسے وہ بھی بہت دیر میں بیعت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے مریدوں سے اسکی کسر نکالی۔ چنانچہ عمر بھر میں آٹھ سے زیادہ آپ کے مرید نہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ آپ نے حاملانِ عرش کی تعداد پوری کردی کیونکہ وہ بھی آٹھ ہیں، اور حضرت حاجی صاحبؒ بہت جلد بیعت کر لیتے تھے کیونکہ میاں جی صاحبؒ نے آپ کو فوراً بیعت کر لیا تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ پہلے شاہ نصیر الدین صاحبؒ سے بیعت ہوئے تھے، پھر تکمیل سے پہلے ان کا وصال ہوگیا تھا۔ اور شاہ سلیمان صاحبؒ سے کبھی کبھی بیعت کا ارادہ ہوتا تھا کیونکہ وہ اس وقت مشہور تھے۔ اسی عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (یا اپنے مشائخ میں سے کسی کو اَلشَّکُّ مِنِّیْ) خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بزرگ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاجی صاحبؒ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ یہ تمہارے شیخ ہیں، حاجی صاحبؒ خواب سے بیدار ہوئے تو بڑے پریشان تھے کہ یا اللہ یہ کون بزرگ ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔ کیونکہ خواب میں کچھ بتلایا نہیں تھا۔ آخر ایک دن کسی شخص سے میاں جی صاحبؒ کا تذکرہ سنا تو قلب کے اندر میاں جی صاحبؒ کیطرف سے ایک خاص کشش پائی، معلوم ہوا کہ وہ یہاں سے قریب ہی لوہاری میں رہتے ہیں، تو حضرت نے زیارت کا ارادہ کیا۔ اب حالت یہ تھی کہ جوں جوں لوہاری کی طرف بڑھتے جاتے ہیں اسی قدر دل میں کشش بڑھتی جاتی ہے جیسے کوئی کھینچ رہا ہو۔ جب لوہاری پہنچے اور میاں جی صاحبؒ کی صورت دیکھی تو بعینہ وہی صورت تھی جو خواب میں دکھائی گئی تھی۔ اب تو حاجی صاحبؒ کی اور ہی حالت ہوئی۔ قریب جا کر سلام عرض کیا تو میاں جی صاحبؒ نے دریافت فرمایا، صاحبزادے کیسے آنا ہوا، بس حاجی صاحب پر گریہ طاری ہوگیا، اور جوش میں عرض کیا: کیا حضرت کو معلوم نہیں ہے۔؟ (نہ معلوم اس وقت حضرت حاجی صاحبؒ پر کیا حالت تھی۔) اس کے جواب میں میاں جی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ صاحبزادے خواب و خیال کا کیا اعتبار۔ اور اس میں خواب کی طرف اشارہ تھا۔ اب تو حاجی صاحبؒ کو اور بھی یقین ہوگیا اور زیادہ گریہ طاری ہوگیا۔ اب میاں جی صاحب نے تسلی فرمائی، کہ میاں گھبراؤ نہیں، جو تم چاہتے ہو ہو جائے گا۔ چنانچہ فوراً بیعت فرما لیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ پر یہی اثر غالب تھا کہ طالب کو پریشان نہیں کرتے تھے، مگر دونوں صاحبوں کی نیت بخیر تھی۔ حاجی صاحبؒ کی نیت وسعت رحمت پر تھی، اس لئے فیض کو عام کر رکھا، اور حافظ صاحبؒ کی نظر اس پر تھی کہ سلسلہ کی بے قدری نہیں کہ [illegible] بلکہ اچھی طرح طلب کا امتحان کرنے کے بعد بیعت کرنا چاہئے

(علاج الحرص صہ ۴۲)

۳۰- فرمایا: ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور بہت سے مشاغلین ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں حاضر تھے۔ سب لوگ حضرت سے اپنے حالات کہتے اور حضرت اس پر کچھ ارشاد تلقین فرماتے تھے، مگر مولانا کوئی حال بیان نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت نے خود پوچھا کہ آپ کچھ حال نہیں کہتے تو مولانا رونے لگے اور کہا۔ ع

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

اور عرض کیا حال تو کیا کہوں وہ تو درکنار مجھ سے ذکر تک بھی نہیں ہوتا۔ جب بیٹھتا ہوں زبان جیسے جکڑ جاتی ہے اور قلب پر ایسا بوجھ ہوتا ہے کہ بارہ تسبیح بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ حضرت نے بالبدیہہ فرمایا مبارک ہو یہ حالت ثقل وحی کا نمونہ ہے، انشاء اللہ علوم نبوت سے آپ کو حصہ ملے گا، یہ وہ زمانہ تھا کہ مولانا نے علوم وحقائق میں ایک سطر بھی نہیں لکھی تھی، اس وقت کونسا ظاہرا قرینہ ایسا موجود تھا جس سے اندازہ کیا جا سکے کہ اسکی تعبیر یہ ہے اور ایسا ہونے والا ہے۔ یہ شیخ کامل کا کام تھا۔ (اول الاعمال ص۴۲)

۳۱- فرمایا: (قولہ تعالیٰ شانہ) أُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ ط اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا۔ چنانچہ اس کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اس آیت میں سیئات سے مراد وہ طاعات وعبادات ہیں جو پورے حکم کے موافق نہ ہوں۔ اور یہ ضرور مشکل کام ہے کہ طاعات وعبادات پورے حکم کے موافق ہوا کریں، کیونکہ اول ہم تو اس کا ارادہ واہتمام ہی نہیں کرتے اور یہ کھلا ہوا جرم ہر وقت ہم پر موجود ہے، دوسرے اہتمام کر بھی لیں تو بے پرواہی ہو جائے گی۔ اپنے روزہ اور نماز کو دیکھ لیجئے کہ ان کی کیا حالت ہے، اخلاص پایا نہیں جاتا، دوسرے آداب مہمل رہتے ہیں۔ غرض یہ اعمال ہماری نظر میں حسنات ہیں اور درحقیقت حسنات نہیں، ایک قسم کے مکروہات ہیں اور آیت مذکورہ بالا میں حسب ارشاد حاجی صاحبؒ سیئات سے یہی مراد ہیں جنکی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ انکو حسنات میں لکھ لیں گے۔

(شوق اللقاء ص۲۴) (جاری ہے)

★

دیرینہ، پیچیدہ، روحانی، جسمانی امراض کے خاص معالج
جمال شفاخانہ رجسٹرڈ نوشہرہ ضلع پشاور